# خُلع اور اس کے احکام

سید جلال الدین عمری

'خلع' کے لغوی معنی ہیں کھینچنا اور نکالنا۔ اسی سے کہا جاتا ہے خَلَعَ النعلَ۔ جوتا اتارا خلع الثوب والرداء، کپڑا اور چادر اتاری۔ قرآن مجید نے میاں بیوی کے تعلق کو لباس سے تعبیر کیا ہے۔ فرمایا هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ: ۱۸۷) یہ تعلق گویا معنوی لباس ہے۔ خلع کے ذریعہ میاں بیوی اسی لباس کو اتار کر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ استعمال میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ حسّی چیزوں کے الگ کرنے کو خَلع (بفتح خاء) اور ازدواجی رشتہ کے ایک خاص طریقہ سے منقطع ہونے کو خُلع (بضم خاء) کہا جاتا ہے[1]

اگر مرد عورت کو طلاق دے تو اس نے اسے جو مہر دیا ہے، چاہے وہ کتنی ہی بڑی رقم کیوں نہ ہو اسے واپس نہیں لے سکتا۔ (النساء: ۲۰)

لیکن خلع کی صورت میں مرد عورت سے مال لے کر اسے الگ کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ | اگر تم لوگوں کو ڈر ہو کہ میاں بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت بدلہ دے کر خود کو چھڑا لے۔ (البقرہ: ۲۲۹) |

خلع کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔ صرف ایک تابعی عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس لئے کہ سورہ نساء میں میاں بیوی کی علحدگی کی صورت میں عورت سے مہر واپس لینے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے کئی جواب دیے گئے ہیں۔

۱۔ سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں عورت سے زبردستی مہر واپس لینے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر وہ راضی خوشی سے

---

[1] ابن منظور: لسان العرب مادہ خلع

مہر واپس کرے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قرآن نے صاف کہا ہے فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَکُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا (النساء: ۴) یعنی عورت خوشی سے اپنا مہر شوہر کو دے تو وہ اس سے بے تکلف فائدہ اٹھا سکتا ہے[۱]

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ دو الگ حکم ہیں ان میں سے ایک کے ناسخ اور دوسرے کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۳۔ علاوہ ازیں صحیح احادیث سے خلع کا جواز ثابت ہے[۲]

علامہ ابن جریر طبری کہتے ہیں۔ اس رائے کے غلط ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ صحابہ، تابعین اور بعد کے لوگوں کا خلع کے جواز پر اجماع ہے۔ پھر یہ کہ سورۂ نساء میں کہا یہ گیا ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے تو اس سے مہر نہ لے اور یہاں ایک دوسری بات کہی جارہی ہے۔ وہ یہ کہ بیوی کی نفرت یا نافرمانی کی وجہ سے اگر یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ میاں بیوی حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے تو بیوی مال دے کر شوہر سے علٰحدگی اختیار کرسکتی ہے۔ یہ دو مختلف صورتیں ہیں ان کے احکام بھی مختلف ہیں[۳]

## خلع کے لئے عورت فدیہ دے گی

آیت میں 'افتدت' کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں قیدی نے فدیہ دے کر قید سے آزادی حاصل کرلی۔ حدیث میں آتا ہے کہ عورت مرد کے پاس 'اسیر' ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر قیدی کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ یہ تعبیر ہے اس بات کی کہ مرد اس کا قیّم اور نگراں ہے اور معروف میں اس کے احکام کی بجا آوری اس کے لئے ضروری ہے۔ خلع میں عورت مال دے کر قید نکاح سے آزادی حاصل کرتی ہے اس لیے اسے فدیہ کہا گیا ہے۔ امام اکمل الدین بابرتی کہتے ہیں:-

| | |
|---|---|
| سمی اللہ تعالٰی ما اعطتہ فداء | خلع میں عورت جو مال دیتی ہے اسے اللہ تعالٰی |
| من فداہ من الاسر اذا استنقذہ | نے 'فداء' کہا ہے 'فداہ من الاسر' |
| لما ان النساء عوان عند | کا مطلب ہے اس نے اسے قید سے |
| الازواج بالحدیث وکان | نکال لیا۔ حدیث کی رو سے عورتیں |

---

[۱] ابن رشد: بدایۃ المجتہد ۲/۶۷ [۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ۹/۳۱۸ [۳] ابن جریر طبری ۴/۵۸۱ تحقیق محمود محمد شاکر مطبوعہ مصر۔ اس مسئلہ پر مزید بحث آگے آرہی ہے۔

| | |
|---|---|
| المال الذی یعطی فی تخلیصهن فداء [۱] | اپنے شوہروں کے پاس قید ہیں۔ لہٰذا وہ مال جو انھیں چھڑانے کے لیے دیا جاتا ہے وہ فدیہ ہے۔ |

آیت میں ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ خلع کے لیے عورت کے مال دینے اور مرد کے اسے قبول کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کو 'فلاجناح علیهما' کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں

| | |
|---|---|
| فلاجناح علی الرجل فی ما اخذ ولا علی المرأة فی ما اعطت [۲] | (خلع میں) مرد نے جو مال لیا ہے اس کے لینے میں اور عورت نے جو مال دیا ہے اس کے دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ |

علامہ رشید رضا مصری کہتے ہیں کہ اگر عورت خلع کا مطالبہ کرے تو مرد نے اسے جو مہر دیا ہے اسے وہ واپس لے سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت یا گناہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ لہٰذا وہ بیوی کی جدائی کے ساتھ مال (مہر) کا نقصان بھی کیوں برداشت کرے۔ لیکن اس کے ساتھ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ اس اقدام میں عورت کے لیے بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض لوگوں کی سمجھ میں اس کی معنویت نہیں آئی ہے۔ حالانکہ اس میں معنویت ہے۔ عورت کا طلاق کا مطالبہ کرنا شرعاً بھی اور عام رواج میں بھی قابلِ مذمت سمجھا جاتا ہے۔ یہاں بتایا یہ گیا ہے کہ اگر عورت یہ سمجھتی ہے کہ وہ ازدواجی زندگی میں حدود اللہ پر قائم نہیں رہ سکتی تو مال دے کر شوہر سے علیٰحدگی اختیار کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے۔[۳]

## خلع کی دو صورتیں

خلع کی دو شکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرد کی طرف سے اس کی ابتدا ہو جیسے وہ یہ کہے کہ تم مجھے ایک ہزار روپیہ دو تو میں تمہیں خلع دے دوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد نے خلع کے لیے مال کی شرط رکھی ہے[۴]

---

[۱] بابرتی العنایہ علی الهدایہ علی ہامش فتح القدیر ۱۹۹/۳ [۲] زمخشری: الکشاف عن حقائق التنزیل ۱۵۵/۱ مطبوعہ کلکتہ۔ یہی بات الفاظ کے فرق کے ساتھ قاضی بیضاوی (انوار التنزیل سورہ' بقرہ ص۱۵۱) ابن کثیر (تفسیر ۲۷۲/۱) اور ابوالسعود (علی ہامش الرازی) ۱۴۹/۲ نے بھی کہی ہے [۳] رشید رضا: تفسیر المنار ۳۸۹/۲ [۴] اسے فقہ میں تعلیق الطلاق بقبول المال کہا گیا ہے۔ درالمختار مع ردالمحتار ۷۶۸/۲

اس صورت میں —

۱۔ عورت اگر اس شرط کو مان لے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

۲۔ عورت کے اس شرط کو قبول کرنے سے پہلے مرد نہ تو اسے واپس لے سکتا ہے اور نہ عورت کو اس کے قبول کرنے ہی سے منع کر سکتا ہے۔

۳۔ مرد کو شرطِ خیار نہیں ہوگا یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اتنی رقم پر خلع کرتا ہوں۔ لیکن مجھے تین دن کا اختیار رہے گا۔ اس دوران میں اسے ختم بھی کر سکتا ہوں۔

۴۔ جس مجلس میں مرد نے یہ شرط رکھی ہے اس مجلس کے ختم ہونے سے یہ شرط ختم نہیں ہو جائے گی۔ عورت اسے بعد میں بھی قبول کر سکتی ہے۔ یا یہ کہ اگر عورت اس مجلس میں نہیں ہے تو اس کی اطلاع ملنے پر بھی اسے منظور کر سکتی ہے۔

خلع کی دوسری شکل یہ ہے کہ عورت کی طرف سے اس کی ابتدا ہو۔ یہ گویا عورت کی طرف سے خلع کے لیے معاوضہ کی پیش کش ہوئی۔ اس صورت میں اوپر کے احکام بدل جائیں گے

۱۔ شوہر کے اس پیش کش کو قبول کرنے سے پہلے اسے وہ واپس لے سکتی ہے۔

۲۔ اسے شرطِ خیار حاصل ہوگا۔ اگر شوہر اس سے یہ کہے کہ میں اتنی رقم پر تم سے خلع کر رہا ہوں۔ تمہیں تین دن کا یا اس سے زیادہ کا اختیار ہے تو اگر وہ اس مدت میں اسے قبول کرلے تو خلع ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

۳۔ جس مجلس میں عورت نے پیش کش کی ہے اسی مجلس میں اسے قبول کرنا ہوگا۔ ورنہ یہ پیش کش ختم ہو جائے گی۔

چونکہ خلع میں عورت معاوضہ دیتی ہے اس لیے اسے اچھی طرح معاوضہ کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے اگر کوئی شخص عربی یا انگریزی میں عورت سے کہے کہ میں تم سے خلع کر رہا ہوں اور تم مہر واپس کر دو گی اور وہ ان زبانوں کو نہ جانتی ہو تو خلع نہیں ہوگا۔[۱]

## خلع کے اسباب اور ان کا حکم

خلع مختلف حالات میں اور مختلف اسباب سے ہو سکتا ہے۔

(۱) میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہوں۔ (۲) شوہر بیوی کو چاہتا ہو لیکن بیوی شوہر کو

---

[۱] رد المحتار علی الدر المختار ۲/ ۷۶۸ — ۷۶۹

نہ چاہتی ہو۔ (۳) شوہر بیوی کو ناپسند کرے لیکن بیوی شوہر کو پسند کرے (۴) دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی معقول شکایت نہ ہو۔ ان سب صورتوں پر ہم الگ الگ غور کریں گے۔

اب پہلی صورت کو لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ | اگر تمہیں ڈر ہو کہ میاں بیوی حدود اللہ کو قائم |
| فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ | نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس فدیہ میں |
| بِهِ ۚ | کوئی گناہ نہیں جسے دے کر عورت اپنے آپ کو چھڑالے۔ |

ان الفاظ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خلع اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ میاں بیوی دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ ازدواجی زندگی میں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ صرف کسی ایک کی رائے یا خوف اس میں کافی نہیں ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| لا يحل الخلع حتى يخافا ان | خلع اسی وقت جائز ہوگا جب کہ میاں بیوی |
| لا يقيما حدود الله في العشرة | دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنی معاشرت میں |
| التي بينهما۔ | اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھیں گے۔ |

یہی رائے تابعین میں عامر بن عبداللہ بن مسعودؒ اور قاسم بن محمدؒ کی ہے[۱]۔

علامہ ابن منذر بھی اسی رائے کے قائل ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ رائے قرآن کی آیت کے مطابق ہے اور اس سلسلہ کی روایات کے بھی خلاف نہیں ہے[۲]۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ شوہر کو تو بیوی سے نفرت نہ ہو لیکن بیوی اسے ناپسند کرتی ہو۔ اس صورت میں جمہور ائمہ وفقہاء نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ عورت مرد سے خلع حاصل کرلے[۳]۔

---

[۱] تفسیر ابن جریر طبری طبع جدید ۴/ ۵۶۲ [۲] فتح الباری ۹/ ۳۲۳ [۳] امام ابن جریر طبری نے حضرت سعید بن مسیب وغیرہ کی رائے کی تائید کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی جو توجیہ انھوں نے کی ہے اس سے دونوں رایوں کا فرق ختم ہوجاتا ہے۔ ان کے نزدیک عورت مرد کو ناپسند کرے تو اس سے خلع حاصل کرسکتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مرد سے نفرت کرے تو فطری طور پر مرد بھی اس سے نفرت کرے گا اور عورت کے حقوق ادا کرنے میں اس سے کوتاہی ہوگی۔ (اس لئے اختلاف کو دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے) جب ہی تو مسلمانوں کو یہ خوف لاحق ہوگا کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ اگر عملاً یہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس میں ایک عمومی صورت حال بیان ہوئی ہے۔ انما جرت علی حکم الغالب[۱] مطلب یہ کہ اکثر و بیشتر میاں بیوی کے اختلاف ہی کی وجہ سے خلع کی نوبت آتی ہے، اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ان میں اختلاف ہو تو خلع کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میاں بیوی دونوں میں اختلاف ہو تو ہی خلع ہو سکتا ہے۔ عورت شوہر کو ناپسند کرے تو اس سے خلع نہیں حاصل کر سکتی[۲]

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عورت کے شوہر کو ناپسند کرنے کی وجہ سے خلع ہوا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز نماز فجر کے لئے حجرہ سے نکلے تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کون ہے؟ انھوں نے عرض کیا میں حبیبہ بنت سہل ہوں[۳]۔ آپ نے فرمایا کہو کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ میں ثابت بن قیس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ مجھے ان کے دین و اخلاق پر تو کوئی اعتراض نہیں[۴]۔ البتہ میں انھیں ناپسند کرتی ہوں[۵]۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی خوبصورت اور ثابت بن قیس انتہائی بدشکل تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی

---

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کر رہے ہوں تو اندیشہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اندیشہ اس چیز کا ہوتا ہے جو عملاً ابھی واقع نہ ہوئی ہو۔ مطلب یہ کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ میاں بیوی دونوں حدود اللہ توڑ دیں تب ان کے درمیان خلع ہو سکتا ہے بلکہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو خلع ہو سکتا ہے۔ یہ اندیشہ عورت کی نافرمانی سے پیدا ہوتا ہے[۱] تفسیر ابن جریر طبری ۴/۵۶۳-۵۶۴ [۱] فتح الباری ۹/۳۱۹ [۲] ہدایہ کی ایک عبارت سے بھی اسی قسم کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن الہمام کہتے ہیں۔ هذا الشرط خرج مخرج الغالب اذا الباعث على الاختلاع غالبًا ذالك لانه شرط معتبر المفهوم - فتح القدیر ۳/۱۹۹ یعنی یہ کہ یہ شرط کہ میاں بیوی دونوں میں اختلاف ہو تو خلع ہو سکتا ہے اس لیے ہے کہ علحدگی بالعموم دونوں کے اختلاف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ ایک لازمی شرط ہے۔ اس کے بغیر خلع نہ ہوگا۔

[۳] بعض روایات میں ان کا نام حبیبہ بنت سہل اور بعض میں جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی آتا ہے۔

[۴] ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب الخلع کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت بن قیس نے انھیں مارا تھا اور ان کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انھوں نے اس کے باوجود اپنے شوہر کی بدخلقی کی شکایت نہیں کی۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ دراصل دو عورتوں کے واقعات ہیں۔ اس لیے کہ ان کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان کے سیاق و سباق جدا ہیں اور دونوں صحیح روایات سے ثابت ہیں۔ فتح الباری ۹/۳۲۱ [۵] روایت کے الفاظ ہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے خیمہ کا پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ آرہے تھے۔ یہ ان سب میں سیاہ، سب سے پست قامت اور سب سے بدشکل تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ثابت نے مہر میں جو باغ تمہیں دیا ہے، کیا تم اسے واپس کردو گی؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! میں اس کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے ثابت بن قیس سے کہا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔[۱]

اس پورے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے یہ نہیں دریافت فرمایا کہ وہ بھی اپنی بیوی کو ناپسند کرتے ہیں یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے محبت کرے یا نفرت کرے، بیوی اسے ناپسند کرتی ہے تو اس سے خلع حاصل کرسکتی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان الشقاق اذا حصل من | اگر اختلاف صرف عورت کو ہو تو بھی خلع اور فدیہ |
| قبل المرأة فقط جاز الخلع | جائز ہے۔ اس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ |
| والفدية ولا يتقيد ذالك | اختلاف دونوں ہی کو ایک ساتھ ہو۔ اس سے |
| بوجوده منهما جميعا وان | یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلع اس وقت مشروع |
| ذالك ليشرع اذا كرهت | ہے جب کہ عورت مرد کے ساتھ رہنا نہ پسند |
| المرأة عشرة الرجل ولو | کرے چاہے مرد اسے ناپسند نہ کرتا ہو یا اس |
| لم يكرهها ولم ير منها ما | سے کوئی ایسی حرکت اس نے نہ دیکھی ہو، |
| يقتضي فراقها[۲] | جو اس سے علحدگی کا تقاضا کرے۔ |

---

(بقیہ گزشتہ حاشیہ) ما اعتب عليه في خلق ولا دين ولكن اكره الكفر في الاسلام۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع (ان کے اخلاق اور دین میں کوئی عیب نہیں ہے۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں) اس کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں لیکن اگر ہمارے درمیان جدائی نہ ہو تو ڈر ہے کہ ان سے علحدگی کے لیے کہیں دین سے نہ پھر جاؤں۔ دوسرا مطلب یہ کہ انھوں نے شوہر کی نافرمانی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی یہ کہ میں ان کے شرعی حقوق نہیں ادا کرسکوں گی۔ اس طرح اسلام کے اندر رہتے ہوئے شوہر کی نافرمانی کی مرتکب ہوں گی فتح الباری ۹/۳۲۲ [۱] بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع۔ مع فتح الباری ۹/۳۲۱-۳۲۲۔ ابوداؤد، کتاب الطلاق۔ نسائی، کتاب الطلاق، ماجاء فی الخلع۔ ابن ماجہ، ابواب الطلاق، باب المختلعة یأخذ ما اعطاہا۔ اس واقعہ کی بعض اور تفصیلات آگے آرہی ہیں۔ [۲] فتح الباری ۹/۳۲۳

اسی بات کو امام شوکانی نے ان الفاظ میں کہا ہے۔

| | |
|---|---|
| ان مجرد الشقاق من قبل المرأة كاف في جواز الخلع[1] | خلع کے جائز ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ عورت کو شوہر سے اختلاف ہے۔ |

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں

| | |
|---|---|
| ان المرأة اذا كرهت زوجها لخلقه او خلقه او دينه او كبره او ضعفه او نحو ذالك وخشيت ان لا تؤدى حق الله في طاعته جاز له ان تخالعه بعوض تفتدى به نفسها منه[2] | اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی جسمانی خرابی یا اس کے دین و اخلاق یا اس کے بڑھاپے یا اس کے ضعف اور کم زوری یا اسی نوعیت کے کسی دوسرے سبب سے ناپسند کرے اور اسے یہ ڈر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کی اطاعت کا جو حق اس پر عائد کیا ہے اسے وہ ادا نہیں کر سکے گی تو معاوضہ دے کر اپنے آپ کو اس سے آزاد کرا لینا (خلع حاصل کر لینا) اس کے لیے جائز ہے۔ |

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ عورت تو شوہر کو چاہتی ہو لیکن شوہر کسی وجہ سے عورت کو ناپسند کرے اس صورت میں اس کے سامنے طلاق کا راستہ کھلا ہے۔ طلاق میں وہ مہر واپس نہیں لے سکتا[3] اس صورتِ حال میں اس کا بھی امکان ہے کہ وہ بجائے طلاق دینے کے عورت کو خلع لینے پر مجبور کرے۔ تاکہ اس سے مالی فائدہ اٹھا سکے۔ یہ ایک غلط اور ناجائز رویہ ہے۔ اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

(۴) چوتھی صورت یہ کہ میاں بیوی دونوں میں سے کسی کو بھی دوسرے سے شکایت نہ ہو اس کے باوجود وہ علیحدگی اختیار کر لیں۔ یہ بہت ہی غیر اخلاقی اور ناشائستہ رویہ ہے۔ اسلام نے اس بات کو سخت ناپسند کیا ہے کہ مرد بلا وجہ بیوی کو طلاق دے۔ اسی طرح اس نے اس عورت کو بھی سخت وعید سنائی ہے جو محض کسی دوسرے شخص سے جنسی لذت حاصل کرنے کے لیے اپنے شوہر سے خلع حاصل کرے۔ حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[1] نیل الاوطار: ۶/۳۶، ۳۷ [2] ابن قدامہ: المغنی ۷/۵۱ [3] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ راقم کا مضمون 'طلاق کا مسئلہ' مطبوعہ تحقیقات اسلامی اکتوبر-دسمبر ۸۴ء

| | |
|---|---|
| ایما امرأۃ سألت زوجھا | جو عورت بغیر کسی مجبوری کے شوہر سے طلاق |
| طلاقا فی غیر ما بأس فحرام | کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو (بھی) |
| علیھا رائحۃ الجنۃ[۱] | حرام ہے۔ |

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| المنتزعات والمختلعات | اپنے شوہروں سے زبردستی الگ ہوجانے |
| ھن المنافقات[۲] | والی اور خلع حاصل کرنے والی عورتیں ہی منافق ہیں۔ |

ثابت بن قیس کی بیوی کے واقعہ سے خلع کا جواز نکلتا ہے اور ان حدیثوں سے اس کی حرمت ظاہر ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ خلع اس وقت جائز ہے جب کہ اس کے لیے کوئی (معقول) سبب ہو، بغیر کسی سبب کے یہ ناجائز ہے[۳]

## خلع میں کیا چیز فدیہ بن سکتی ہے؟

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خلع میں جو چیز عورت فدیہ کے طور پر دے گی اسے معلوم اور متعین ہونا چاہیے۔ امام مالک کے نزدیک غیر متعین چیز بھی خلع کا بدل بن سکتی ہے۔ مثلاً باغ کی جو فصل ابھی تیار نہیں ہوئی ہے اس کے عوض خلع حاصل کرنا۔

جو چیزیں حلال نہیں ہیں جیسے شراب اور سور وغیرہ اگر وہ خلع میں عوض کے طور پر طے ہوجائیں تو ایک مسلمان کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لیے احناف اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مرد عوض کا مستحق نہیں ہوگا۔ امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں عورت مہر مثل دے گی۔ اس کے ساتھ

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی

[۲] نسائی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی الخلع۔ مسند احمد ۲/۴۱۴

[۳] فتح الباری ۹/۳۲۴ - ۳۲۵ - یہی بات امام شوکانی نے ان الفاظ میں کہی ہے۔ واحادیث الباب قاضیۃ بانہ یجوز الخلع اذا کان ثم سبب یقتضیہ فیجمع بینھا وبین الاحادیث القاضیۃ بالتحریم بحملھا علی ما اذا لم یکن ثم سبب یقتضیہ نیل الاوطار ۷/۴۱

اس پر ان سب کا اتفاق ہے کہ اس صورت میں طلاق بہر حال واقع ہو جائے گی[1]

## خلع کے لئے کتنا فدیہ لیا جا سکتا ہے؟

ایک سوال یہ ہے کہ خلع کی صورت میں مرد کتنا فدیہ عورت سے لے سکتا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ مرد عورت سے صرف مہر واپس لے سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز لینا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب، عطاء بن ابی رباح اور امام زہری کی رائے یہ ہے کہ جو شخص بیوی کو ناپسند کرے وہ خلع کی صورت میں صرف اس سے وہ مہر واپس لے جو اس نے اسے دیا ہے۔

حکم بن عتیبہ اور معمر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے۔ لا یاخذ من المختلعة فوق ما اعطاها (آدمی عورت سے خلع کرے تو جو مہر اسے دیا ہے اس سے زیادہ اس سے نہ لے)

حضرت حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے دو سو درہم بیوی کا مہر مقرر کیا۔ کیا وہ خلع کے وقت اس سے چار سو در لے سکتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ مہر سے زیادہ رقم اس سے لے۔

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ آدمی نے مہر میں جو دیا ہے خلع میں اس سے زیادہ لینا اس کے لیے حلال نہیں ہے[2]

اس کی ایک دلیل اس آیت کا سیاق و سباق ہے جس میں خلع کا بیان ہے۔ اس میں پہلے یہ کہا گیا ہے کہ عورت کو طلاق دی جائے تو اس سے مہر واپس نہ لیا جائے۔ اس کے بعد خلع کا ذکر ہے۔ اس میں عورت سے کچھ لینے کی اجازت ہے۔ جب اوپر مہر کا ذکر ہوا ہے تو خلع میں بھی اسی کا ذکر ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق میں مہر نہیں لینا چاہیے البتہ خلع میں لیا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل حدیث ہے۔ ثابت بن قیسؓ کی بیوی نے اپنے شوہر سے جب الگ ہونا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ سے فرمایا ان یاخذ منها حدیقته ولا یزداد[3] (جو باغ انھوں نے مہر میں بیوی کو دیا ہے وہ ان سے واپس لے لیں۔ اس سے زیادہ نہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کی بیوی سے پوچھا

---

[1] ابن رشد: بدایۃ المجتہد ۲/ ۷۳-۷۴ [2] یہ تمام اقوال تفسیر ابن جریر طبری ۴/ ۵۷۳ - ۵۷۵ سے لئے گئے ہیں۔ [3] ابن ماجہ، ابواب الطلاق، باب المختلعۃ یاخذ ما اعطاہا السنن الکبریٰ: ۷/ ۳۱۳

کہ ثابت نے جو باغ تمہیں دیا ہے کیا تم اسے واپس کردوگی؟ انھوں نے عرض کیا 'نعم وزیادۃ' ہاں! اس سے کچھ زیادہ بھی۔ آپ نے فرمایا۔ 'اما الزیادۃ فلا ولکن حدیقتہ' (زیادہ تو نہیں البتہ ان کا باغ لوٹا دو) چنانچہ ثابتؓ نے اپنا باغ لے لیا اور انھیں الگ کردیا[1]۔

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خلع میں مہر سے زیادہ لینا صحیح نہیں ہے۔

لیکن جمہور کے نزدیک خلع کا معاوضہ میاں بیوی کی باہم رضامندی سے طے ہوتا ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں متعین کی جاسکتی۔ یہ مہر سے کم بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی۔ امام خطابی کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ذھب اکثر الفقھاء الی ان ذٰلک جائز علی ما تراضیا علیہ قلّ ذلک او کثر[2] | اکثر فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ خلع میں میاں بیوی دونوں جتنے مال پر بھی راضی ہوجائیں جائز ہے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ |

یہی بات ابن بطال نے اس طرح کہی ہے۔

| | |
|---|---|
| ذھب الجمھور الی انہ یجوز للرجل ان یاخذ فی الخلع اکثر مما اعطاھا[3] | جمہور کی رائے یہ ہے کہ آدمی نے عورت کو جو دیا ہے خلع میں وہ اس سے زیادہ لے سکتا ہے۔ |

اس کی ایک دلیل قرآن مجید کے وہ الفاظ ہیں جن میں خلع کا حکم بیان ہوا ہے۔

| | |
|---|---|
| فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۔ | ان دونوں پر اس فدیہ میں کوئی گناہ نہیں جسے دے کر عورت اپنے آپ کو چھڑالے۔ |

یہ الفاظ عام ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت اپنے پاس سے جو چاہے دے کر خلع حاصل کرسکتی ہے۔ اسے مہر کی مقدار کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے[4]۔

---

[1] دارقطنی مع التعلیق المغنی ص۳۹۶، ۳۹۷ مطبوعہ ہند۔ بیہقی: السنن الکبری ۷/۳۱۴ [2] معالم السنن ۳/۲۵۵ [3] فتح الباری ۹/۳۱۹ [4] تفسیر ابن جریر طبری ۴/۵۷۵۔ بعض لوگوں نے اس کی تشریح ہی مہر سے کی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ ابوجعفر کہتے ہیں ربیع اس بات کو صحیح نہیں سمجھتے تھے کہ شوہر نے بیوی کو جو مہر دیا ہے خلع میں اس سے زیادہ لے۔ اور فی ما افتدت بہ (من المھر) پڑھا کرتے تھے۔ طبری ۴/۵۷۳ امام ابن جریر طبری کہتے ہیں۔ مصحف میں جو لفظ نہیں ہے یہ اس میں اضافہ ہے اس لیے ناقابل قبول ہے ۴/۵۸۳۔ اسماعیل قاضی کہتے ہیں ادعیٰ بعضھم ان المراد بقولہ فی ما افتدت بہ ای بالصداق وھو مردود لانہ لم یقید فی الآیۃ بذالک فتح الباری ۹/۳۲۴ یعنی بعض لوگوں نے فی ما افتدت بہ کی تشریح مہر سے کی ہے۔ لیکن یہ قابل رد ہے۔ اس لیے کہ آیت میں ایسی کوئی قید نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ سے فرمایا تھا کہ وہ بیوی سے صرف وہ باغ واپس لیں جو انھوں نے مہر میں دیا تھا۔ اس سے زیادہ نہ لیں۔ اس سے بھی یہ استدلال کیا گیا تھا کہ خلع میں مہر سے زیادہ لینا صحیح نہیں ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خلع کے لیے یہ کوئی شرط ہے کہ آدمی مہر سے زیادہ کچھ نہ لے۔ اس لئے کہ یہ امکان بھی ہے کہ یہ بات آپ نے عورت کی ہمدردی میں کہی ہو[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے بھی جمہور کی رائے کی تائید کرتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ اجاز عثمان الخلع دون عقاص راسھا[2] (حضرت عثمانؓ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ عورت کے موباف کے علاوہ سب کچھ لے کر اسے خلع دے)

اس میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے۔

ربیع بنت معوذ کہتی ہیں، میرے تعلقات شوہر سے اچھے نہیں تھے۔ ان سے مجھے اور مجھے ان سے تکلیف پہونچتی تھی۔ ایک روز میرے اور ان کے درمیان تند و تیز بات چیت ہوگئی۔ میں نے کہا۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب میں تمہیں دینے کے لیے تیار ہوں اگر تم مجھے جدا کردو۔ انھوں نے کہا یہ شرط منظور ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے آخری دور کا واقعہ ہے جب کہ دشمنوں نے انھیں محصور کر رکھا تھا۔ ان کے سامنے جب یہ معاملہ رکھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ شرط کا پورا کرنا ضروری ہے۔ میرے شوہر سے فرمایا۔ **خذ منها متاعها كلها حتى عقاصها**[3] (اس سے اس کا سب کچھ حتیٰ کہ اس کی موباف تک لے لو) چنانچہ میں نے اپنا پورا مال و متاع دے کر ان سے جدائی حاصل کی[4]

ایک عورت نے اپنے شوہر کی حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ آپ نے اسے سمجھایا لیکن اس نے نہیں مانا۔ آپ نے اسے تین دن (بعض روایات کے مطابق ایک دن) ایک گندے مکان میں بند رکھا۔ اس کے بعد اس سے حال پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ اگر زندگی میں کبھی راحت ملی ہے تو بس یہی تین دن ہیں آپ نے اس کے شوہر سے کہا۔ اخلعها ولو من قرطها[5] (اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اس کی بالیاں ہی لے کر

---

[1] فتح الباری ۹/۳۲۴ [2] بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع [3] یہ بیہقی کے الفاظ ہیں اوپر بخاری کے جو الفاظ نقل ہوئے ہیں وہ اس سے کسی قدر مختلف ہیں۔

[4] بیہقی، السنن الکبری ۷/۳۱۵۔ تفسیر ابن جریر ۲/۵۷۸۔ فتح الباری ۹/۳۱۹ [5] اس جملہ کا مطلب قتادہ یہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی بما لها كله زمخشری، الکشاف ۱/۱۵۵ (اس کا پورا مال لے کر اسے خلع دے دو)

اسے الگ کردو[1]

حضرت علیؓ کی یہ رائے اوپر گزر چکی ہے کہ آدمی خلع میں مہر سے زیادہ نہ لے۔ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ اس کی سند منقطع ہے[2]۔

روایت ہے کہ صفیہ بنت ابو عبید کی لونڈی نے اپنا سب کچھ دے کر شوہر سے خلع حاصل کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو اسے انھوں نے ناپسند نہیں کیا[3]۔

## خلع میں مہر سے زیادہ فدیہ لینا ناپسندیدہ ہے

اس کے ساتھ فقہاء اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ خلع میں پورا پورا مہر یا اس سے زیادہ رقم لینا ناپسندیدہ ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ آدمی نے جو مہر دیا ہے خلع میں اس سے زیادہ عورت سے لے۔ اسے اس کے پاس کچھ چھوڑ بھی دینا چاہیے تاکہ وہ زندگی گزار سکے[4]۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ——————— مجھے یہ بات پسند نہیں کہ آدمی نے جو مہر دیا ہے خلع میں وہ عورت سے لے لے۔ اسے کچھ چھوڑ بھی دینا چاہیے[5]۔

امام شعبی اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی خلع میں عورت سے مہر سے زیادہ مال لے وہ کہتے تھے کہ اسے مہر سے کم لینا چاہیے[6]۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ اگر عورت اپنا پورا مال دے کر خلع حاصل کرے تو بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں کوئی ایسی حد نہیں مقرر کی ہے جس سے تجاوز کرنا جائز ہو۔ البتہ میں اسے پسند کرتا ہوں، واجب نہیں قرار دیتا کہ اگر آدمی کو یہ معلوم ہو کہ عورت کسی معصیت کی خاطر خلع نہیں حاصل کر رہی ہے بلکہ اس وجہ سے خلع حاصل کر رہی ہے کہ وہ شوہر کے حقوق ادا نہیں کر سکتی تو بغیر مال لیے اسے جدا کر دے۔ لیکن بخل کی وجہ سے اس کے لیے طبیعت آمادہ نہ ہو تو جو مہر دیا ہے وہ پورا کا پورا نہ وصول کرے بلکہ اس سے کچھ کم ہی پر قناعت کرے[7]۔

امام مالک فرماتے ہیں۔

---

[1] بیہقی: السنن الکبریٰ ۷/۳۱۵ ابن جریر ۴/۵۷۶ [2] المغنی ۷/۵۳ [3] موطا امام مالک کتاب الطلاق باب ما جاء فی الخلع۔ صفیہ بنت ابو عبید حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی تھیں [4] تفسیر ابن جریر طبری ۴/ [5] فتح الباری ۹/۳۲۴ [6] ابن جریر طبری ۴ [7] تفسیر ابن جریر طبری ۴/۵۸۰ – ۵۸۱

| | |
|---|---|
| لم ار احدا ممن یقتدی بہ یمنع ذلک لکنہ لیس بمکارم الاخلاق[1] | سلف میں جن کی اقتدا کی جاتی ہے ان میں سے کسی کو میں نے اس سے منع کرتے نہیں دیکھا لیکن یہ اعلیٰ اخلاق نہیں ہے۔ |

ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ مرد نے جو مہر دیا ہے خلع میں عورت سے اس سے زیادہ لینا ناپسندیدہ ہے۔ لیکن زیادہ لے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ آیت سے مہر سے زیادہ لینے کا جواز نکلتا ہے لیکن ثابت بن قیس کی بیوی کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کی تائید حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| لا یاخذ من المختلعۃ اکثر مما اعطاھا[2] | جو عورت خلع حاصل کرے اسے جو دیا ہے اس سے زیادہ نہ لے |

فقہ حنفی میں شوہر کے 'نشوز' اور بیوی کے 'نشوز' میں فرق کیا گیا ہے۔ اگر شوہر کو بیوی سے نفرت ہو یا اس کی زیادتی ہو تو اسے بیوی سے کسی قسم کا معاوضہ لے کر خلع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر عورت نافرمان ہے اور شوہر کو ناپسند کرتی ہے تو شوہر نے جو مہر دیا ہے وہ واپس لے کر خلع کر سکتا ہے۔ اس صورت میں بھی مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ حبیبہ بنت سہل اپنے شوہر کو ناپسند کرتی تھیں اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مہر سے زیادہ لینے سے منع فرمایا۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں مرد عورت سے زیادہ معاوضہ لے کر خلع کرے تو قانوناً جائز ہوگا۔ اس لئے کہ قرآن سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ زیادہ لینا جائز ہے، حرام نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔ لیکن حدیث بتاتی ہے کہ اس میں کراہت ہے۔ کراہت کو ماننے کے باوجود جواز بہر حال باقی رہتا ہے۔[3]

## خلع تفریق ہے یا طلاق

فقہاء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ خلع سے طلاق ہوتی ہے یا یہ فسخ نکاح ہے؟ حضرت

---

[1] فتح الباری ۹/۳۱۹ [2] المغنی ۷/۵۳ روایت کے لیے ملاحظہ ہو بیہقی ۷/۳۱۴

[3] جامع صغیر میں ہے کہ اگر عورت نافرمان ہے اور شوہر سے نفرت کرتی ہے تو مہر سے زیادہ معاوضہ لے کر خلع کرنے میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب میاں بیوی ایک دوسرے سے نفرت کریں تو زیادہ معاوضہ لے کر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے

الخلع تفریق ولیس بطلاق[1] خلع تفریق ہے، طلاق نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دلیل خلع سے متعلق حکم کا سیاق وسباق ہے۔ پہلے کہا گیا ’الطلاق مرتان‘ یعنی طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔ اس کے بعد خلع کا حکم ہے۔ پھر تیسری طلاق یا طلاق بائنہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کے بعد عورت شوہر کے لیے صرف اسی وقت حلال ہو سکتی ہے جب کہ کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہو کر اس سے علیٰحدگی ہو جائے۔ (بقرہ آیت نمبر ۲۲۹) اگر خلع کو بھی طلاق مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ چوتھی طلاق طلاقِ بائنہ ہوگی۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے[2]

تابعین میں طاؤس اور عکرمہ کی یہی رائے ہے۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعی کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے[3]۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس کی تائید حبیبہ بنت سہل کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ روایت میں آتا ہے فاخذ منها وجلست فی اهلها[4] یعنی اپنا باغ ان سے واپس لے لیا اور وہ گھر بیٹھ گئیں۔

یہ طریقہ طلاق کا نہیں فسخ نکاح کا ہے۔ اگر یہ طلاق ہوتی تو شرائطِ طلاق پورے کئے جاتے۔ جس

---

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) خلع کرنا جائز ہے تو صرف بیوی شوہر سے نفرت کرے تو بدرجہ اولیٰ اسے جائز ہونا چاہیے۔ ہدایہ مع عنایہ و فتح القدیر ۲/ ۲۰۳ — ۲۰۴ ان دونوں رایوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ اگر عورت کی طرف سے نشوز ہے تو خلع میں مہر سے زیادہ معاوضہ لینا مکروہ تحریمی نہیں مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ اس صورت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مرد بھی اس سے نفرت کرتا ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہو۔ ردالمحتار علی الدرالمختار ۲/ ۷۷۲ [1] رواہ احمد واسنادہ صحیح۔ تلخیص الحبیر ص ۳۱۶

[2] بیہقی: السنن الکبریٰ ۷/ ۳۱۶ خطابی: معالم السنن ۳/ ۲۵۵ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ثابت بن قیس کی بیوی کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع دراصل طلاق ہے اس لیے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے پر نہیں بلکہ روایت پر عمل کیا جائے گا۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے تلامذہ میں سے صرف طاؤس نے ان کی یہ رائے نقل کی ہے۔ اس لیے اسے شاذ سمجھنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ طاؤس ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ لہٰذا ان کی روایت کو اس طرح رد نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہ کہ جن علماء نے بھی اس اختلافی مسئلہ کا ذکر کیا ہے انھوں نے حضرت ابن عباسؓ کی یہی رائے نقل کی ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے۔ البتہ قاضی اسمٰعیل کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طاؤس کے علاوہ کسی نے ان کی طرف یہ رائے منسوب نہیں کی ہے۔ فتح الباری ۹/ ۳۲۹ [3] خطابی: معالم السنن ۳/ ۲۵۵

[4] ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب الخلع

طرح حالتِ طہر میں اور بیوی سے ہم بستری کئے بغیر طلاق دی جاتی ہے اسی طرح خلع بھی ہوتا۔ طلاق شوہر کی مرضی سے ہوتی ہے لیکن یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے یہ نہیں دریافت فرمایا کہ وہ بھی بیوی کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے۔[۱]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان امراۃ ثابت بن قیس اختلعت | ثابت بن قیس کی بیوی نے ان سے خلع حاصل کیا |
| منہ فجعل النبی صلی اللہ علیہ | تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عدت ایک |
| وسلم عدتہا حیضۃ | حیض رکھی۔ |

امام خطابی فرماتے ہیں یہ بڑی مضبوط دلیل ہے اس بات کی کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے اس لئے کہ طلاق کی عدت قرآن مجید نے تین حیض رکھی ہے۔ ایک حیض نہیں ہے۔[۲]

امام ابن تیمیہؒ نے بھی اس کی پرزور تائید کی ہے۔ فرماتے ہیں ھٰذا ھوالثابت عن الصحابۃ یہی صحابہ کرام سے ثابت ہے۔[۳]

لیکن جمہور کے نزدیک خلع طلاق ہے۔ فقہاء احناف، حضرت سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی سے دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں لیکن راجح قول یہی ہے کہ خلع طلاق ہے۔ یہی رائے تابعین میں حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، عطاءؒ، سعید بن مسیبؒ، قاضی شریح اور مجاہدؒ کی ہے۔[۴]

خلع کے فسخ نکاح ہونے پر آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے اس کا جمہور نے یہ جواب دیا ہے کہ خلع طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔ طلاق کا مطلب ہے شوہر کا اپنے اختیار اور مرضی سے بیوی کو جدا کرنا۔ خلع میں یہی اقدام وہ معاوضہ لے کر کرتا ہے۔ اس طرح خلع کا ذکر طلاق کی تفصیلات کے بیچ میں اس لیے آیا ہے کہ طلاق کبھی بغیر عوض کے ہوتی ہے اور کبھی عوض کے ساتھ۔ جو طلاق بالعوض ہو اسی کو خلع کہا جاتا ہے۔[۵]

علامہ ابن ہمام کے نزدیک اس سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عورت

---

[۱] معالم السنن ۳/۲۵۴ [۲] معالم السنن ۳/۲۵۵-۲۵۶ [۳] فتاوی ابن تیمیہ طبع جدید ۳۲/۱۰ [۴] معالم السنن ۳/۲۵۴-۲۵۵ [۵] قاضی بیضاوی کہتے ہیں والاظھر انہ طلاق لانہ فرقۃ باختیار الزوج فھو کالطلاق بالعوض، فان طلقہا متعلق بقولہ الطلاق مرتان تفسیر لقولہ اوتسریح باحسان اعترض بینھما ذکرالخلع دلالۃ علی ان الطلاق یقع مجانا تارۃ وبعوض اخری۔ انوارالتنزیل سورہ بقرہ ص ۱۵۱ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔ یہی بات روح المعانی میں بھی کہی گئی ہے۔ ۲/۱۴۱

مال دے کر شوہر سے علیٰحدگی اختیار کر سکتی ہے اور وہ اسے لے سکتا ہے۔ یہاں اس سے بحث نہیں کہ یہ طلاق ہے یا فسخ نکاح۔ دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ طلاق ہے[1]۔

ثابت بن قیسؓ کی بیوی کے واقعہ کی جو تفصیلات مختلف روایتوں سے ملتی ہیں ان سے ایک بات تو یہ صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے خلع حاصل کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسے طلاق سمجھا گیا[2]۔ اس لیے اسے فسخ کہنا صحیح نہیں ہے۔

اس کی تائید مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے ہوتی ہے جو حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل الخلع تطلیقۃ[3] | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق قرار دیا۔ |

خلع کے طلاق ہونے پر بعض آثار صحابہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ام بکرۃ الاسلمیہ نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کیا۔ پھر یہ دونوں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے فرمایا یہ طلاق ہے الا یہ کہ تم نے کچھ دوسری صراحت کی ہو۔ جو صراحت کی ہوگی وہ مراد ہوگا۔

لیکن اس کے ایک راوی جمہان کو امام احمد نے ضعیف قرار دیا ہے[4]۔

اسی طرح بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی یہی مسلک تھا۔ لیکن یہ روایات بھی ضعیف ہیں[5]۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| روی عن طائفۃ من الصحابۃ انہم جعلوا الخلع طلاقا لکن ضعفہ ائمۃ الحدیث[6] | صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انھوں نے خلع کو طلاق قرار دیا۔ لیکن اسے ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ |

---

۱ فتح القدیر: ۳/ ۲۰۱

۲ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں...... لکن معظم الروایات فی الباب تسمیتہ خلعا۔ فتح الباری ۹/ ۳۲۲
اسی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں ولکن الشان فی کون قصۃ ثابت صریحۃ فی کون الخلع طلاقا۔ ۹/ ۳۲۵

۳ بیہقی: السنن الکبری ۷/ ۳۱۶ ۴ زیلعی: نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ ۳/ ۲۴۳

۵ بیہقی: السنن الکبری ۷/ ۳۱۶

۶ فتاوی ابن تیمیہ طبع جدید ۳۲/ ۱۰

لیکن جمہور کے اس مسلک کے حق میں بعض اور دلائل بھی دیے گئے ہیں۔

۱۔ مرد کو صرف حق طلاق حاصل ہے۔ فسخ کا حق حاصل نہیں ہے۔ عورت نے جب مال دے کر اس سے علٰحدگی حاصل کرنی چاہی تو مرد نے اپنا حق استعمال کیا اور اسے طلاق دی۔

۲۔ خلع کا لفظ طلاق کے لیے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جب بھی یہ کنایہ استعمال کیا جائے گا تو طلاق ہی مراد ہوگی فسخ نہیں سمجھا جائے گا۔

۳۔ اگر خلع فسخ نکاح ہوتا تو جس طرح کسی بیع کو ختم کرنے پر اصل سے زیادہ رقم واپس نہیں لی جا سکتی اسی طرح خلع میں مہر سے زیادہ لینا صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح خلع میں مہر کی واپسی کا ذکر ہو یا نہ ہو اس کا لوٹانا بہرحال ضروری ہوگا اس لیے کہ بیع کو ختم کیا جاتا ہے تو رقم بہرحال لوٹانی پڑتی ہے۔[۱]

## جمہور کے نزدیک خلع طلاق بائنہ ہے

خلع کو طلاق ماننے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس قسم کی طلاق ہے؟ فقہاء کی اکثریت اسے طلاق بائنہ مانتی ہے۔ اگر کوئی عورت شوہر سے خلع کر لے تو وہ اس سے جدا ہو جائے گی اور شوہر کو رجوع کا حق حاصل نہ ہوگا۔ وہ اس سے دوبارہ ازدواجی تعلق رکھنا چاہے تو اسے از سرِ نو نکاح کرنا ہوگا۔

خلع کے طلاق بائنہ ہونے کے حق میں حسب ذیل دلائل دئے گئے ہیں۔

۱۔ عورت شوہر کو اپنا مال دے کر اسی لیے خلع حاصل کرتی ہے کہ وہ قیدِ نکاح سے آزاد ہو جائے۔ یہ طلاق بائنہ ہی کی شکل میں ہو سکتا ہے۔ طلاق رجعی میں نہیں ہو سکتا۔

۲۔ خلع کا لفظ طلاق کے لیے کنایہ ہے۔ کنایہ کے ذریعہ جو طلاق ہوتی ہے وہ بائن ہوتی ہے۔ ہاں اگر آدمی تین طلاق کی نیت کے ساتھ خلع کرے تو تین طلاقیں سمجھی جائیں گی۔[۲]

کنایہ کو طلاق بائن ماننے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے خلع کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی عورت سے علٰحدگی۔ اس کے ساتھ اس میں دوبارہ نکاح سے دونوں تعلقات بحال بھی کر سکتے ہیں۔ اگر اسے طلاق رجعی مان لیا جائے تو یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس میں اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ جذبات سے مغلوب ہو کر آدمی جلد جلد تین طلاقیں دے بیٹھے۔ استحلال کے لیے بھی آمادہ نہ ہو۔ اس طرح رجوع کا راستہ ہی بند ہو جائے۔[۳]

---

[۱] ہدایہ ۲/ ۳۸۲ مغنی ۷/ ۵۷۔ التفسیر الکبیر ۲/ ۲۶۴ [۲] ہدایہ ۲/ ۳۸۴

[۳] ہدایہ مع عنایہ و فتح القدیر ۳/ ۹۴

خلع کے طلاق بائنہ پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل الخلع تطلیقۃ بائنۃ[1] — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا۔

لیکن اس روایت سے استدلال اس لیے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی سند کمزور ہے۔[2]

## خلع کو طلاق یا فسخ ماننے سے کیا فرق واقع ہوتا ہے

جمہور کے مسلک کے مطابق خلع کو طلاق بائنہ ماننے اور جن ائمہ نے اسے فسخ نکاح قرار دیا ہے ان کے مسلک کو اختیار کرنے سے بعض مسائل پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

خلع کو طلاق ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص بیوی سے ایک مرتبہ خلع کرے تو اسے تین طلاق کا جو حق حاصل ہے اس میں سے ایک طلاق کا اور دو مرتبہ خلع کرے تو دو طلاق کا حق ختم ہو جائے گا۔ اگر تیسری مرتبہ خلع کرے تو تینوں طلاقوں کا حق ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس بیوی سے اسی وقت دوبارہ نکاح ہو سکے گا جب کہ اس کی کسی دوسرے شخص سے شادی کے بعد علٰحدگی ہو جائے۔ لیکن اگر خلع کو فسخ مان لیا جائے تو چاہے وہ سو مرتبہ خلع کرے اس کا حق طلاق اپنی جگہ بہرحال باقی رہے گا۔[3]

خلع کو طلاق مانا جائے یا فسخ نکاح بیشتر فقہاء کے نزدیک خلع کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔ البتہ امام زہری اور حضرت سعید بن مسیبؒ کی رائے یہ بیان کی جاتی ہے کہ خلع کے لیے شوہر نے جو معاوضہ لیا ہے اگر اسے وہ واپس کر دے تو اسے رجوع کا حق حاصل ہے۔ ورنہ نہیں۔ لیکن یہ رائے وزنی نہیں ہے۔ اس لیے کہ عورت قید نکاح سے آزاد ہونے ہی کے لیے خلع حاصل کرتی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر شوہر کو رجوع کا حق باقی رہے تو یہ آزادی مکمل نہ ہوگی اور خلع کا مقصد فوت ہو جائے گا۔[4]

## مختلعہ کی عدت

مختلعہ (جس عورت کا خلع ہو جائے) کی عدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن

---

[1] دارقطنی مع التعلیق المغنی ص ۴۴۴ [2] اس روایت پر دو پہلوؤں سے جرح کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ اس کے ایک راوی عباد بن کثیر کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حضرت ابن عباس کا مسلک یہ نہ ہوتا کہ خلع طلاق نہیں فسخ نکاح ہے۔ بیہقی ۷/۳۱۶ [3] ابن قدامہ: المغنی ۷/۵۷ [4] المغنی ۷/۵۹-۶۰

عباسؓ کی یہ روایت اوپر گزر چکی ہے۔

| | |
|---|---|
| ان امراۃ ثابت بن قیس اختلعت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ثابت بن |
| من زوجھا علی عھد النبی صلی | قیس کی بیوی نے اپنے شوہر سے خلع حاصل |
| اللہ علیہ وسلم فامرھا النبی صلی | کیا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایک حیض |
| اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضۃ[1] | عدت گزاریں۔ |

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع میں عدت ایک حیض ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک طلاق کی طرح اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں عدتھا عدۃ المطلقۃ' (مختلعہ کی عدت وہی ہے جو مطلقہ کی ہے) حضرت سعید بن مسیبؒ، سلیمان بن یسار اور امام زہری کہتے ہیں کہ مختلعہ کی عدت بھی مطلقہ کی عدت کی طرح تین حیض ہے۔ (بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو یا اس کا حیض نہ بند ہو چکا ہو)[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ مختلعہ کی عدت کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ زیادہ تر اہل علم، جن میں صحابہ کرام اور دوسرے شامل ہیں، کی رائے یہ ہے کہ مختلعہ کی عدت وہی ہے جو مطلقہ کی ہے (یعنی تین حیض) امام ثوری، اہل کوفہ (احناف) امام احمد اور اسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ صحابہ وغیرہ میں سے بعض اہل علم کی رائے میں مختلعہ کی عدت ایک حیض ہے۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اسے اختیار کرے تو بھی یہ ایک قوی مسلک ہوگا۔[3]

جن لوگوں نے خلع کو فسخ مانا ہے وہ تو اس کی عدت ایک حیض مان سکتے ہیں لیکن جن ائمہ کے نزدیک طلاق بائنہ ہے ان کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہی ہو سکتی ہے لیکن امام احمد کے نزدیک خلع فسخِ نکاح ہے اس کے باوجود وہ مختلعہ کی عدت تین حیض قرار دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں سمجھتے۔[4]

---

[1] ترمذی، ابواب الطلاق، باب ماجاء فی الخلع [2] موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب طلاق المختلعۃ

[3] اختلف اھل العلم فی عدۃ المختلعۃ فقال اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ ان عدۃ المختلعۃ عدۃ المطلقۃ وھو قول الثوری واھل الکوفۃ وبہ یقول احمد واسحاق وقال بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھم عدۃ المختلعۃ حیضۃ قال اسحاق وان ذھب ذاھب الی ھذا فھو مذھب قوی۔

[4] فتح الباری ۹/۳۲۴۔ خلع فسخ ہے یا طلاق اس کے بارے میں امام احمد سے دونوں ہی طرح کی روایتیں آئی ہیں ملاحظہ ہو المغنی ۷/۵۶

## خلع مرد کا حق ہے

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت اگر شوہر کو مہر واپس کر کے اپنے گھر بیٹھ جائے تو خلع ہو جائے گا۔ گویا خلع عورت کی طرف سے عقد نکاح ختم کرنے کا اعلان ہے۔ چاہے مرد اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔ یہ خلع کی نوعیت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ نکاح کے ذریعہ عورت، مرد کے 'ملک نکاح' میں آتی ہے۔ اس 'ملکیت' کو مرد ہی ختم کر سکتا ہے، عورت ختم نہیں کر سکتی۔ خلع کا مطلب صرف یہ ہے کہ عورت سے مال لے کر مرد اس ملکیت سے دست بردار ہو جائے۔ چنانچہ عربی کے مشہور لغت قاموس میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

| | |
|---|---|
| ازالۃ ملك النکاح ببدل منها | معاوضہ لے کر ملک نکاح کا زائل کرنا۔ چاہے |
| او من غیرھا[۱] | یہ معاوضہ وہ خود دے یا کوئی دوسرا دے۔ |

اب فقہاء کی تشریحات ملاحظہ ہوں۔ علامہ اکمل الدین بابرتی اس کی لغوی تعریف کے بعد اس کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

| | |
|---|---|
| وفی الشریعۃ عبارۃ عن اخذ مال | شریعت میں خلع کا مطلب ہے ملکِ نکاح |
| من المرأۃ بازاء ملك النکاح | کے مقابلہ میں عورت سے مال لینا خلع کا لفظ |
| بلفظ الخلع[۲] | استعمال کر کے۔ |

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ازالۃ ملك النکاح ببدل | کوئی بدل لے کر ملک نکاح کو خلع کا لفظ استعمال |
| بلفظ الخلع[۳] | کر کے ختم کر دینا۔ |

لفظ خلع کے استعمال کے بارے میں کہا گیا ہے۔

| | |
|---|---|
| مطلق لفظ الخلع محمول علی | لفظ خلع کا مطلق استعمال ہو تو اسے طلاق بالعوض |
| الطلاق بالعوض[۴] | پر محمول کیا جائے گا۔ |

یہ فقہ حنفی کی تشریحات ہیں۔ فقہ مالکی میں بھی خلع کو 'الطلاق بالعوض' سے تعبیر کیا گیا ہے[۵] یعنی

---

[۱] فیروز آبادی: القاموس المحیط۔ مادہ خلع [۲] العنایہ علی الہدایہ علی ہامش فتح القدیر ۳/ ۱۹۹

[۳] فتح القدیر ۳/ ۱۹۹ [۴] رد المحتار علی الدر المختار ۲/ ۷۶۷

[۵] احمد الدردیر: الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ۲/ ۵۱۸

معاوضہ یا بدل لے کر طلاق دینا۔

قاضی بیضاوی شافعی کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| الاظہر انہ طلاق لانہ فرقۃ باختیار الزوج فھو کالطلاق بالعوض[۱] | بظاہر یہ طلاق ہے۔ اس لئے کہ اس میں شوہر کی مرضی سے جدائی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ طلاق بالعوض ہے۔ |

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلع طلاق ہی کی ایک شکل ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے **طلاق کا حق صرف مرد کو دیا ہے**۔ وہی خلع بھی کر سکتا ہے اور **طلاق بھی** دے سکتا ہے۔

## خلع کو عورت کے استحصال کے لئے استعمال کی اجازت نہیں ہے

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مرد خلع کے اس حق کو عورت کے استحصال کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ وہ عورت کو الگ کرنا چاہے تو اسے طلاق نہیں دے گا تاکہ اسے مہر نہ دینا پڑے بلکہ عورت کو اس قدر تنگ کرے گا کہ وہ اپنا مال دے کر اس سے جان چھڑانے پر مجبور ہو جائے لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ شریعت کا اصول ہے کہ کوئی بھی شخص ناحق یا زبردستی کسی کا مال اس سے لے نہیں سکتا۔ عورت کا مال بھی اس کی ملکیت ہے۔ وہ خوشی سے اپنا مال شوہر کو دے تو یہ اس کے لیے جائز مال ہوگا اور خلع کے نام پر یا کسی اور نام پر اس کی مرضی کے بغیر زور زبردستی سے جو مال وہ اس سے حاصل کرے گا وہ ناجائز ہوگا۔ علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان اخذ الزوج من امرأتہ مالا علی وجہ الاکراہ لھا والاضرار بھا حتی تعطیہ شیئا من مالھا علی فراقھا حرام ولو کان ذالک حبۃ فضۃ فصاعدا[۲] | شوہر کا اپنی بیوی سے زبردستی یا اسے تکلیف پہونچانے کے لیے مال لینا تاکہ وہ اپنا کچھ مال دے کر اس سے علحدگی حاصل کرلے، حرام ہے چاہے وہ جو کے ایک دانہ کے برابر چاندی ہو یا اس سے بڑی رقم۔ |

بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مرد خلع کے لیے غلط طریقہ سے عورت سے رقم لینے کی کوشش کرے تو اپنی طاقت کی حد تک اسے بچنا چاہیے۔ ورنہ وہ گناہ گار ہوگی[۳]

---

[۱] انوار التنزیل واسرار التاویل تفسیر سورۂ بقرہ ص۱۱۱ [۲] تفسیر ابن جریر طبری ۴/ ۵۸۱ - ۵۸۲ [۳] تفصیل کے لئے ملاحظہ ۴/ ۵۶۶ - ۵۶۷

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| لا یجوز للرجل ان یاخذ منھا شیئا الا برضاھا من غیر ایذاء منہ ولا مضارۃ [1] | مرد کے لیے عورت سے کوئی چیز لینا اسی وقت جائز ہے جب کہ وہ خوشی سے دے اور اس کے لیے اس نے اسے کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہونچایا ہو۔ |

اب اس مسئلہ میں فقہاء کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ مرد اگر عورت کو خلع پر مجبور کرے تو طلاق تو ہوجائے گی لیکن مال اسے نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ مال کا لین دین باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ جبر سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

| | |
|---|---|
| اکرھھا الزوج علیہ، تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ [2] | شوہر اگر عورت کو خلع پر مجبور کرے تو مال کے بغیر طلاق ہوجائے گی۔ عورت پر مال کے واجب ہونے یا اس کے مہر کے ساقط ہونے کے لیے اس کی رضامندی شرط ہے۔ |

یہی بات فقہ مالکی میں بھی کہی گئی ہے کہ اگر عورت خلع حاصل کرنے کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس وجہ سے خلع حاصل کیا تھا کہ وہ اسے تنگ کر رہا تھا اور اسے ایسی تکلیف پہونچ رہی تھی جس جس میں طلاق کا جواز پیدا ہوجاتا ہے تو وہ اپنا مال واپس لے سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اپنے اس دعوی پر شہادت فراہم کردے۔ شہادت کے لیے لوگوں کا یہ کہنا کافی ہے کہ وہ مستقل یہ سنتے تھے کہ وہ اسے پریشان کرتا ہے اگر عینی شہادت ہو تو دو مرد گواہ ہوں یا عورت قسم کھائے اور ایک مرد یا دو عورتیں گواہی دیں۔ عینی شہادت کے لیے ایک مرتبہ کا مشاہدہ بھی کافی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر مرد اس شرط پر خلع کرے کہ عورت کو جو تکلیف وہ دے رہا تھا اس کا ثبوت نہیں دے گی تب بھی وہ خلع کے بعد اس کا ثبوت فراہم کرسکتی ہے۔ بہرحال خلع میں طلاق بائن ہوگی [3]

امام شافعی اور امام احمد وغیرہ اس خلع ہی کو باطل کہتے ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو خلع پر مجبور کرنے کے لیے تنگ کرے، مارپیٹ کرے۔ نفقہ اور شب باشی وغیرہ کے

---

[1] تفسیر المنار ۲/۳۸۹ [2] درالمختار مع ردالمحتار ۲/۷۲۲ [3] الشرح الصغیر ۲/۵۳۰

حقوق نہ ادا کرے اور عورت مجبور ہو کر خلع حاصل کرلے تو خلع باطل ہوگا اور شوہر کو معاوضہ واپس کرنا ہوگا یہی امام شافعی، اسحٰق بن راہویہ وغیرہ کا بھی مسلک[1] ہے۔

اسلام نے خلع کا طریقہ اس لیے رکھا ہے کہ اگر مرد کی طرف سے زیادتی ہو یا عورت اسے ناپسند کرتی ہو تو وہ اسے معاوضہ دے کر قید نکاح سے آزادی حاصل کرسکے۔ خلع اس لیے نہیں ہے کہ مرد عورت کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنائے، جہاں ایسی صورت ہو وہ قانونی چارہ جوئی کرسکتی ۔ اسلامی قانون اس کی مدد کرے گا۔

## خلع کا حق حکومت کو نہیں دیا جاسکتا

ایک رائے یہ ہوسکتی ہے کہ خلع کا حق حکومت کے ہاتھ میں رہے۔ خلع کے معقول اسباب ہوں تو وہ خلع کرادے اور ان اسباب سے وہ مطمئن نہ ہو تو خلع نہ کرائے۔ سلف میں بھی یہ رائے پائی جاتی تھی، چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ "لا یجوز الخلع دون السلطان" مطلب یہ کہ خلع حاکم وقت ہی کراسکتا ہے۔ اس کے بغیر یہ جائز نہیں ہے۔ محمد بن سیرینؒ نے بھی اسے سلف سے نقل کیا ہے۔ بعد میں ابوعبید نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ قرآن فرمایا

| | |
|---|---|
| فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ط | اگر تمہیں ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھیں گے تو ان دونوں پر اس مال میں کوئی حرج نہیں ہے جسے دے کر عورت خود کو چھڑالے۔ |

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہَا (النساء: ۳۵) | اگر تمہیں ان کے درمیان اختلاف کا ڈر ہو تو تم شوہر کے لوگوں میں سے ایک حکم اور عورت کے لوگوں میں سے ایک حکم بھیجو۔ |

اس میں بظاہر خطاب میاں بیوی سے نہیں ہے بلکہ امراء وحکام سے ہے کہ وہ جب میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا یا حدود اللہ کو قائم نہ رکھنے کا اندیشہ محسوس کریں تو صلح صفائی یا خلع کا اقدام کریں[2]

---

[1] المغنی ۷/۵۴-۵۵ [2] فتح الباری ۹/۳۱۹

لیکن جمہور کے نزدیک خلع کے لیے حکومت کے فیصلہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قاضی شریح، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور احناف کی یہی رائے ہے[1]

حسن بصریؒ وغیرہ کی رائے کے خلاف حسب ذیل دلائل دیئے گئے ہیں۔

۱۔ یہ ایک شاذ رائے ہے۔ بہت بڑی اکثریت اس کے خلاف ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ رائے حضرت حسن بصریؒ نے حضرت معاویہ کے گورنر عراق زیاد سے لی ہے۔ حافظ ابن حجر کے بقول زیاد کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جائے۔

۲۔ اس رائے کا مطلب یہ ہے کہ خلع اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف پایا جائے۔ حالانکہ یہ ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ خلع صرف عورت کے شوہر کو ناپسند کرنے سے بھی ہو سکتا ہے (اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے)

۳۔ طلاق کی طرح خلع بھی مرد کا حق ہے۔ جس طرح حاکم کی اجازت کے بغیر مرد طلاق دے سکتا ہے اسی طرح خلع بھی کر سکتا ہے۔ جو حق اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے اسے اس سے چھین کر کسی دوسرے ادارے کو دینا صحیح نہیں ہے[2]

۴۔ خلع میں مرد عورت سے معاوضہ لیتا ہے۔ معاوضہ اور بیع میں حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی[3]

جمہور کے مسلک کی تائید حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ اجاز عمر الخلع دون السلطان[4] حضرت عمرؓ نے حاکم کے بغیر بھی خلع کو جائز قرار دیا۔

اس کی تفصیل عبداللہ بن شہاب خولانی کی روایت میں ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے خلع کیا تو حضرت عمرؓ نے اسے جائز قرار دیا[5]

ربیع بنت معوذ اور ان کے چچا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں پہونچے۔ ربیع نے ان سے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں انھوں نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کو اس کا علم ہوا تو اس پر انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے (بھی اسے غلط نہیں قرار دیا۔ اور) فرمایا کہ مختلعہ کی عدت وہی ہے جو مطلقہ کی ہے[6]

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے دور میں اپنی بیوی سے خلع کیا تو انھوں نے اسے جائز قرار دیا[7]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع عورت اور مرد کے درمیان کا معاملہ ہے۔ اس میں حکومت کا دخل دینا یا اسے دخیل بنانا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] المغنی لابن قدامہ ۷/۵۲ [2] فتح الباری ۹/۳۱۹ [3] المغنی ۷/۵۲ [4] بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع [5] فتح الباری ۹/۳۱۹ [6] موطا، ابواب الطلاق، طلاق المختلعہ۔ [7] بیہقی: السنن الکبریٰ ۷/۳۱۶